

التفسير: مجلس تفسیر، کراچی جلد: ۱۰، شمارہ: ۲۷، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

اصول تکفیر

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی

اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

There are some verses in the Holy Quran about poetry and poets, the Mufasssireen have written detailed commentary about these verses. But they have generally discussed the poetry as an art, which is the one side of its picture. This resulted into two kinds of opinion and views, one totally denies the poetry as an art, while other one not only permits it but also explains these verses in their exact context. The present writer has a third opinion and view besides these two and here the objective is to explain this view with references so that it may lead the two different opinions to a comment and cleared view.

Key Words: Quran, tafsir, Sha'iry, Sha'ir, She'r and Mantiqi.

عصر حاضر فتن، دجل، غفلت، ذہنی ارتداد اور نظریاتی تخریب کاری کا دور ہے۔ ان فتنوں میں ایک بہت بڑا فتنہ، فتنہ تکفیر ہے۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کے درمیان پھوٹنے والے تمام فروعی اور اصولی اختلافات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی قوت کو باہم ٹکراؤ کے ذریعہ ختم کرنے کا طریقہ ان کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات کو بڑھا کر تکفیری سوچ اور فکر کو ہوا دینا ہے کیونکہ کسی مسلمان کی تکفیر کے بعد اسے مرتد قرار دے کر واجب القتل قرار دے دینا ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے مسلمان انتہائی اخلاص اور مذہبی جوش و جذبے کے ساتھ ایک دوسرے کو انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر ختم کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ جہاں امت مسلمہ کو مختلف مسائل کا سامنا ہے ان میں سب سے مہلک اور خطرناک دو غیر متعادل رویے ہیں:

☆۔ مسلمانوں کی تکفیر کرنا۔

☆۔ کافروں کو مسلمان کہتے ہوئے کفر و اسلام کے فرق کو مٹا دینا۔

اول الذکر گروہ کی جڑیں خوارج سے ملتی ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کی تکفیر کی اور ان کے قتل کو جائز سمجھا۔ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے۔ مرتد قرار دینے کے ساتھ قتل کرنے کا جواز اس قدر سنگین عمل ہے کہ اس کے ساتھ ”شرعی اجازت اور مذہبی ذمہ داری“ کا عنصر جب شامل ہو جائے تو مذاکرات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دوسرا جدت پسند گروہ کفر و اسلام کے فرق کو

اصول تکفیر

مٹاتے ہوئے یہود و نصاریٰ کو بھی باوجود رسالت مآب ﷺ کی نبوت کے انکار کے جنت میں داخل کرنے پر مصر ہے۔ یہ دونوں غیر معتدل رویے مسلمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ عمومی طور پر خوارج کی فکر کو مذہبی حلقوں میں عام کیا جاتا ہے تاکہ ان کے مذہبی جذبات کو مسلمانوں کے ہی قتل عام کے جواز کا سبب بنایا جائے اور دوسری طرف غیر مذہبی طبقوں میں اسلام سے متعلق نفرت اور خدا بیزاری پیدا کی جاتی ہے۔ گویا کہ اس وقت مسلمان دو تشدد گروہوں کے فکری انتشار کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ پہلا طبقہ ان مذہبی تشدد گروہوں کا ہے جو قرآن و سنت کے علم سے ناواقفیت کی بنیاد پر دین کی ایسی تعبیر و تشریح کرتے ہیں جس کی وجہ سے دین پر عمل دور جدید میں ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ ان لبرل فاشٹ کا ہے جو اسلام کے خلاف غیر ملکی ایجنڈے کے تحت یا اپنی بد خصلت کی وجہ سے اپنی زبان اور قلم کا زور صرف کرتے ہیں اور میڈیا کے ذریعے بے حیائی اور آوارگی کو عام کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دونوں اطراف سے اٹھایا جانے والا ہر قدم ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی خلیج کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ خوارج نے حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ کی نعوذ باللہ تکفیر کی اور ہر اس شخص کو کافر کہا جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔ امام عبدالقادر نے ’اصول الدین‘ میں ان کے ایک فرقے ازارقہ کا بھی ذکر کیا ہے جو یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے مخالفین مشرکین ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

قالوا بتكفير علي و عثمان و طلحه و الزبير و عائشة و اصحاب الجمل و بتكفير معاوية و الحكمين رضى الله عنهم و تكفير اصحاب الذنوب من هذه الامة ... حتى ظهرت الازارقة منهم فزعموا ان مخالفهم مشركون ... و استحلوا قتل النساء و الاطفال من مخالفهم و زعموا انهم مخلصون في النار و اكفروا القعدة منهم عن الهجرة اليهم (۱)

”انہوں نے حضرت علی و عثمان و طلحہ و زبیر و عائشہ جنگ جمل میں شریک ہونے والے اصحاب اور حضرت معاویہ و حکمیین رضی اللہ عنہم اجمیع کی تکفیر کی ہے۔ انہوں نے اس امت میں سے گناہ کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا۔ یہاں تک کہ ان میں ازارقہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے مخالفین مشرکین ہیں اور انہوں نے عورتوں، بچوں اور اپنے مخالفین کے قتل کو حلال سمجھا اور یہ گمان کیا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور جس شخص نے ان کی طرف ہجرت نہ کی اور بیٹھا رہا اسے بھی کافر کہا۔“

شہرستانی نے خوارج کے چھ بڑے فرقوں کا ذکر کیا ہے:

i- ازارقہ ii- نجہات iii- صفریہ iv- عجارہ v- اباضیہ vi- ثعالیہ

یہ تمام فرقے حضرت علی اور حضرت عثمانؓ سے برأت پر (نعوذ باللہ) متفق تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امام وقت اگر سنت کی مخالفت کرے تو اس کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ حضرت سیدنا علیؑ کی نہروان کے مقام پر خوارج سے سخت جنگ ہوئی۔ خوارج میں سے جو افراد بچ گئے انہوں نے عمان، کرمان، جحطان اور یمن میں پناہ لی۔ بعد میں ان مقامات سے خوارج کے مختلف گروہوں کا

اصول تکفیر

خروج ہوا اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ شہرستانی نے ازرقہ کی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ابوراشد، نافع بن ازرقہ کے ساتھیوں کا گروہ تھا جنہوں نے بصرہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں خروج کیا تھا۔ یہ حضرت علیؓ کی نعوذ باللہ تکفیر کیا کرتے تھے اور آپ کے قاتل عبداللہ بن ملجم لعینہ اللہ علیہ کی تصویب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ آیت مبارکہ ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ“ ابن ملجم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عمران بن حطان نے ابن ملجم کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے جو خود خوارج کا مفتی تھا اور ان میں زہد و ورع اور شاعری کی وجہ سے مشہور تھا۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے دیار، دیار کفر تھے اور ان میں بیٹھے رہنا اور ان کافروں کے خلاف قتال نہ کرنا کفر تھا۔ اسی طرح جو مسلمان اپنے کے علاقے سے ان کی طرف ہجرت نہیں کرتا وہ بھی کافروں میں شمار کر لیا جاتا۔ ان کے نزدیک مخالفین کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جائز تھا۔ (۲)

نبی کریم ﷺ نے اس فکری یلغار کو اس طرح بیان فرمایا کہ اس امت میں ہر دور میں اصحاب عدل و ارثین علم قرار پائیں گے۔ وہ انتحال المبطلین، تحریف الغالین اور تاویل الجاہلین یعنی باطل پرستوں کے حملوں، تشدد و گروہوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویلات کی نفی کریں گے۔ تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ علمائے امت نے ہر دور میں خوارج ہوں یا مرجہ، معتزلہ ہوں یا باطنیہ ایسے رویوں کی تردید کی ہے۔ دور حاضر میں مسئلہ تکفیر کے حوالے سے لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں ہر منظرے، مباحثے، مکالمے اور اختلاف رائے کا اختتام تکفیر پر ہوتا ہے۔ اس کی واضح مثال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کو کافروں کے قرار دیئے جانے کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے گروہوں کی مذمت کریں۔ مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور بٹتے چلے جا رہے ہیں اور ہر فرقے کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی ماانا علیہ و اصحابی پر قائم ہے۔ ہر گروہ نے اپنی اپنی رسی کو الگ تھا ما ہوا ہے اور یہ زور اس قدر زیادہ ہے کہ اس خول سے جو شخص باہر نکلتا چاہے تو اسے دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات اس مشغلہ تکفیر میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ اپنے فتویٰ کے مطابق کافر و مشرک ہونے والے کو مرتد قرار دے کر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات اس کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ ریاست کے تمام ادارے اور افراد کا فر قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ اپنے اختراع کردہ اصولوں کی بنیاد پر زور و شور سے اپنے لوگوں کو دائرہ اسلام سے نکالنے کی ہم جاری ہے جس کے نتیجے میں شاید آج کوئی بھی ایسا نہ ہو جو ان کی زد سے باہر ہو۔

ہم شاید اسی سزا میں مبتلا ہیں۔ غالباً اس سزا کی بڑی وجہ ان کا باہم ایک دوسرے کی رائے کو خٹل و تامل سے نہ سننا اور اپنی بات کو ”سپر قطعی“ سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کی ”متعدی تکفیر“ کا باز اگر کم کیے رکھنا ہے۔ کسی کی رائے سے ادب کے ساتھ اختلاف کرنا اہل علم کا حق اور حق کو قبول کرنا ادب حق ہے۔ تاہم علمی مسائل میں ایک دوسرے کی تکفیر کرنا کسی طور پر درست نہیں۔ علماء کو چاہئے کہ تکفیر مسلم کے بجائے تکثیر مسلم پر زور دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی تحریر و تقریر سے اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔ بقول ابن انشاء:

”ایک دائرہ اسلام کا دائرہ کہلاتا ہے۔ پہلے اس میں لوگوں کو داخل کیا کرتے تھے۔ آج کل داخلہ منع ہے،

صرف خارج کرتے ہیں۔“

اصول تکفیر

قرآن حکیم کے مطابق اللہ رب العزت نے ہمارا نام ”مسلمین“ رکھا ہے لیکن محض مسلم ہونے پر اکتفا کرنا کسی کو برداشت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرب قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ ہم یہی مشاہدہ عصر حاضر میں کرتے ہیں کہ مختلف گروہوں کے ناموں کی ابتدا یا انتہا میں اسلام کا لفظ شامل ہوتا ہے لیکن ان کی دعوت کا محور یا مرکز اسلام نہیں بلکہ خاص نظریات، رسومات یا شخصیات کی تشبیہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دعوت دی ہے کہ وہ شرک کے مقابلے میں اہل کتاب کو لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دیں اور اس کلمہ پر ان کے ساتھ اتفاق کریں جو ان میں اور ہم میں برابر ہے۔ اس وقت اہل اسلام کو چاہیے کہ جب کفر اسلام کے مقابلے میں ایک ملت ہے اور مسلمانوں کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود پر حملے ہو رہے ہیں تو وہ حرم کی پاسبانی اور اپنی بقا کے لئے اپنی رسیوں کو چھوڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع ہو جائیں۔

اللہ رب العزت کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی یقیناً وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے۔ جہاں مسلمانوں پر دین متین کا علم حاصل کرنا فرض ہے وہاں اتنے مسائل جانتا بھی ان کے لیے ضروری ہیں جن کے جاننے کی وجہ سے وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکیں۔ اسی لئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

و فی تبیین المحارم : لا شک فی فرضیۃ علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لأن صحة العمل موقوفة علیہ ، و علم الحلال و الحرام و علم الریاء ، لأن العابد محروم من ثواب عمله بالریاء ، و علم الحسد و العجب اذ هما یأکلان العمل کما تأکل النار الحطب . و علم البیع و الشراء و النکاح و الطلاق لمن أراد الدخول فی هذه الأشياء ، و علم الالفاظ المحرمة أو المكفرة ، لعمری هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان ، لأنک تسمع کثیرا من العوام یتکلمون بما یکفر و هم عنها غافلون ، و الاحتیاط أن یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ، و یجدد نکاح امرأته عند شہدین فی کل شهر مرة أو مرتین (۳)

”فرائض خمسہ اور اخلاص کے علم کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ اسی طرح حلال و حرام اور ریا کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ عابد ریا کی وجہ سے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور حسد و عجب کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ یہ دونوں عمل کو کھا جاتے ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اور جو شخص خرید و فروخت، نکاح و طلاق کے معاملات میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر ان کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کا علم جو حرام ہیں یا کفر کو واجب کرتے ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ میری عمر کی قسم! اس زمانہ میں ان کا علم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ آپ عوام الناس میں سے بہت سے لوگوں کو وہ کلام کرتے ہوئے سنیں گے جس سے وہ کافر

اصول تکفیر

ہو جاتے ہیں اور اس سے غافل ہوتے ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ جاہل اپنے ایمان کی تجدید و زانہ، اور اپنی بیوی سے اپنے نکاح کی تجدید و گواہوں کی موجودگی میں ہر مہینہ ایک بار یادو بار کر لیا کرے۔“

معاشرہ میں بے شمار افراد ایسے ہیں جو ان مسائل سے یکسر غافل و جاہل ہیں جن کی وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہل اسلام کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کرانے کے لئے ہر دور میں علماء عظام نے کئی ایک کتب و رسائل تصنیف فرمائے ہیں تاکہ خواص و عوام ان سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو ان عقائد، افکار اور اعمال سے محفوظ رکھ سکیں جو ایمان پر منفی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کئی قارئین نے بجائے اس کے کہ ان کتب کے ذریعہ سے عوام و خواص کو کفر سے بچانے کی کوشش کرتے اپنے مناظروں، تحریروں اور مکالموں کے ذریعہ سے تکفیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام پر زیادہ زور صرف کیا۔ جس کے نتیجہ میں شاید ہی ہمارے دور میں کوئی ایسی نامور علمی شخصیت ہو جو اپنے مسلمان بھائی کے فتویٰ تکفیر کی زد سے محفوظ ہو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

رأى ابو حنيفة ابنه يتكلم فى الكلام فنهاه فقال: انت تتكلم فيه فقال: نحن نتكلم كائن الطير على رء وسنا و انتم تتكلمون و يريد كل واحد منكم كفر صاحبه و من اراد كفر صاحبه فقد كفر هو (۴)

”امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔ جو اپنے ساتھی کے لئے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کا کفر ہو جاتا ہے۔“

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ نصیحت علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہیں چاہئے کہ اس کو لازم پکڑ لیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی مناظرانہ گفتگو اور تحریر میں اسی روش کو اختیار کیا جاتا ہے کہ کسی طرح سے اپنے مقابل کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ اہل علم حضرات کو چاہئے کہ اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کریں اور اکابرین امت کے عمل کو اختیار کریں۔

اصول تکفیر

عوام و خواص میں سے اکثر لوگ مشغلہ تکفیر میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں انہیں اپنے متعلقین یا اپنی ذات کے سوا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ جبکہ بعض لوگ اس قدر جہالت میں ڈوب جاتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر معلوم نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تمام کاوشیں اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے میں صرف کرتے ہیں کہ کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی اس دائرہ سے باہر نہ جاسکے۔ یہ تمام غیر معتدل رویہ کسی طور پر بھی درست نہیں۔

کتب فتاویٰ اور اصول میں علمائے عظام نے کئی ایک اصول فتاویٰ نویسی کے درج فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم صرف ان چند باتوں کو بیان کر رہے ہیں جن کا فتویٰ تکفیر میں اہتمام کرنا ضروری ہے۔

اصول تکفیر

i۔ مسئلہ اکفار میں صرف ائمہ مجتہدین کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس باب میں ہر وہ بات جو ائمہ مجتہدین کے خلاف ہو اگرچہ وہ متکلمین و محدثین کی طرف ہی کیوں نہ منسوب ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ حجت الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”الاقتصاد فی الاعتقاد“ میں اہل علم کو اعتقاد میں اعتدال اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے ہوئے آخری باب میں اصول اکفار پر گران قدر بحث کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اعلم للفرق فی هذا مبالغات و تعصبات فریما انتھی بعض الطوائف الی تکفیر کل فرقة سوى الفرقة التي یعنزی الیها فاذا اردت ان تعرف سبیل الحق فیہ فاعلم قبل کل شیء ان هذه مسألة فقهية اعنی الحکم بتکفیر من قال قولاً اور تعاطی فعلاً (۵)
 ”مسئلہ تکفیر میں بعض فرقوں نے مبالغہ آرائی اور تعصبات سے کام لیا ہے بعض گروہ اپنے فرقے کے سوا تمام فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر آپ اس بارے میں شاہراہ حق کو پہچاننا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ فقہی ہے یعنی کسی شخص کی کسی قوم یا فعل کی وجہ سے تکفیر کا حکم دینا۔“

ii۔ جس امر کے کفر ہونے میں مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں تکفیر نہیں کی جائے گی۔ البتہ احتیاطاً تو یہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ موجب کفر صرف وہی امر ہو سکتا ہے جس کے موجب کفر ہونے پر اجماع ہو۔ علامہ حسکفیؒ فرماتے ہیں:

و ألفاظه تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیء منها الا فیما اتفق المشایخ علیہ... قال فی البحر و قد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منها (۶)
 ”کفر کے الفاظ کتب فتاویٰ میں معلوم ہیں بلکہ میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک علیحدہ کتاب تالیف کی ہے لیکن میں ان میں سے کسی لفظ سے بھی کفر کا فتویٰ دینا صحیح نہیں سمجھتا۔ ہاں اس صورت میں جس میں تمام مشائخ کا اتفاق ہو۔“

شیخ ابن نجیم نے المحرر الرائق میں بھی کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس پر یہ التزام کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ سے کافر نہ کہوں گا۔

iii۔ کسی بات کو کفر قرار دینا مجتہدین کا کام ہے۔ اگر مفتی مجتہد نہ ہو اور ناقلین کے زمرے میں شمار ہوتا ہو تو اسے چاہئے کہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں ہی فتویٰ جاری کرے۔ غیر مجتہد کا اس باب میں کوئی اعتبار نہیں۔ علامہ شامیؒ اپنے دور کے مفتیان کرام کے بارے میں فرماتے فرماتے ہیں۔

و المراد بالمفتی الذی یتخیر بین الاقوال هو المجتهد الذی له قوة نظر و استنباط و اما اهل زماننا و اشیاخهم و اشیاخ اشیاخهم فلا یسمون مفتیین بل ناقلون حاکون. (۷)
 ”اور وہ مفتی جس کو ان حضرات کے اقوال میں اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ مجتہد ہے جس کے پاس قوت نظر اور مسائل کو استنباط کرنے کا ملکہ ہو۔ جہاں تک ہمارے زمانے کے علماء اور ان کے اساتذہ اور

اصول تکفیر

ان کے اساتذہ کے اساتذہ کا تعلق ہے تو وہ مفتی نہیں کہلاتے بلکہ وہ تو (مفتیوں کے کلام کو) نقل کرنے والے اور حکایت کرنے والے ہیں۔“

iv۔ اگر کسی فرد معین کے بارے میں کوئی عالم کفر کا فتویٰ جاری کرے اور اس فرد کے کفر میں علماء کا اختلاف ہو تو اس فتویٰ تکفیر پر ایمان لانے کا کسی دوسرے کو مکلف نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر تمام علماء اس کے کفر پر متفق ہوں تو ان کے راستہ کو چھوڑنا دنیا اور آخرت میں بربادی کا سبب ہے۔ جیسے مرزا قادیانی کا کافر ہونا۔

v۔ اگر کسی مسئلہ میں تاویل ممکن ہو تو کسی بھی طرح اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

فی الیتیمیۃ: الاصل ان لا یکفر احد بلفظ محتمل لأن الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ و مع الاحتمال لا نہایۃ (۸)

”اصول یہ ہے کہ کسی شخص کی بھی ایسے لفظ کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی جو اپنے اندر احتمال رکھتا ہو۔ کیونکہ کفر کی سزا انتہائی درجہ کی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عقوبت انتہائی جرم پر ہو اور جب تک احتمال موجود ہو انتہائی جرم نہ ہوگا۔“
حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و الذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن أو کان فی کفرہ اختلاف و لو رواية ضعيفة علی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها و لقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها (۹)

”مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ وہ اختلاف ضعیف روایت سے ہی کیوں نہ ہو اس کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ یہاں جو الفاظ کفر ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا ہے کہ ان الفاظ کی بنیاد پر فتویٰ نہ دوں۔“

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

ان النظر فی التکفیر یتعلق بامور:

احدها: ان النص الشرعی الذی عدل به عن ظاهره هل یحتمل التأویل أم لا؟ فان احتتمل فهل هو قریب ام بعيد؟ ومعرفة ما یقبل التأویل و ما لا یقبل لیس بالهین بل لا یستقل به الا الماهر الحاذق فی علم اللغة العارف باصولها ثم بعادة العرب فی الاستعمال فی استعاراتها و تجوزاتها و منهاجها فی ضروب الامثال (۱۰)

”تکفیر میں غور و فکر بعض امور سے متعلق ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی نص شرعی کے ظاہر سے

اصول تکفیر

عدول کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر تاویل کا احتمال رکھتی ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ تاویل قریب ہے یا بعید؟ اس بات کی معرفت رکھنا کہ کیا تاویل کو قبول کرتا ہے اور کیا تاویل کو قبول نہیں کرتا، آسان نہیں ہے۔ اس کو وہی شخص جانتا ہے جو علم لغت میں انتہائی ماہر ہو اور اس کے اصول جانتا ہو۔ پھر اسے عرب کی استعارات اور تجوزات میں لغت کے استعمال کی عادت کا معلوم ہونا اور ضرب الامثال میں ان کے استعمال کا طریقہ معلوم ہونا ضروری ہے۔“

اب ہم بعض مثالیں پیش کریں گے جن سے درج بالا بات کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

..... و سئل بعضهم عن قوله لا امرأته: أنت عندي كالله عز اسمه؟ فقال: هذا كلام محتمل، يجوز أن ينوي به انى مطيع لك كطاعتى لله عز اسمه و يريد المبالغة فى طاعته لها فلا يكفر و ان عنى انها تستحق العبادة كغير (۱۱)

”علماء میں سے کسی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو میرے نزدیک اللہ کی طرح ہے۔ اس کا حکم کیا ہو گا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ کلام محتمل ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی نیت یہ ہو کہ میں تمہارا اسی طرح فرمانبردار ہوں جیسے میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں۔ یعنی وہ اس کی اطاعت کرنے کے اظہار میں مبالغہ کرتا ہے۔ پس وہ کافر نہ ہوگا۔ اگر اس کی مراد یہ ہو کہ وہ عبادت کی مستحق ہے تو کافر ہو جائے گا۔“

..... لو قال له: امهل فقال: لا اقبل شفاعة النبى صلى الله عليه واله وسلم فى المهلة فكيف اقبلها منك؟ فقال: ليس فى ذلك استخفاف بالنبى ﷺ لانه لا يجب عليه ان يمهل و لا ان يترك حقه و لو شفع فى الامهال (۱۲)

”اگر کسی سے کہا گیا کہ مہلت دو۔ اس نے کہا کہ میں مہلت دینے میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول نہ کروں گا تو تمہاری کیسے کر لوں؟ حضرت علی بن احمد نے کہا: اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس میں آپ ﷺ کا استخفاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہلت دے یا اپنا حق ترک کرے اگرچہ رسول اللہ ﷺ سفارش فرمائیں۔“

..... وفى الجامع الاصغر: اذا وقع بين الرجل و بين صهره خلاف فقال: ان كان صهرى رسول الله (صلى الله عليه واله واله وسلم) لم اتمر بامرہ لا يكفر (۱۳)

”جب کسی آدمی اور داماد کے درمیان اختلاف ہو جائے اور وہ شخص کہے کہ اگر میری بیٹی کے شوہر رسول اللہ ﷺ بھی ہوتے تو ان کی بات کو نہ مانتا۔ وہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔“

..... وفى الذخيرة و فى المنتقى: ابراهيم عن محمد عن ابى يوسف انه قال: الصلاة ركوعها و سجودها فريضة من الله. فمن قال ليست بفريضة فقد أخطأ و لم يكفر، لأنه تأول و أراد بهذا التأويل ان الصلاة قد تجوز بدون الركوع و السجود بان عجز عنهما فقد أشار ان مثل هذا التأويل يمنع التكفير و ان لم

اصول تکفیر

یکن معتبرا من کل وجه (۱۲)

”نماز کا رکوع اور سجود اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ فرض نہیں ہے تو اس نے خطا کی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ تاویل کی ہے کہ نماز کبھی بغیر رکوع اور سجود کے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے وہ ان کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ اس طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ اس طرح کی تاویل تکفیر کو منع کرتی ہے اگرچہ وہ ہر اعتبار سے معتبر نہ ہو۔“

..... و فی اصول الصفار سئل عن من أنکر القراءة فی الصلاة هل یكون کافرا؟ قال: نعم لأنه انکر الاجماع و فی الفتاویٰ العتابیة: یضرب و لا یکفر لانه تناول بان الصلاة قد تجوز بدون القراءة بان عجز عنها (۱۵)
”اس کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہے کہ نماز میں قرأت نہیں ہے۔ کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ جواب میں فرمایا کہ جی ہاں کیونکہ اس نے اجماع کا انکار کیا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اسے مارا جائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اس کی تاویل یہ ہے کہ بعض اوقات نماز بغیر قرأت کے بھی جائز ہوتی ہے کہ وہ قرأت سے عاجز ہو۔“

..... و فی واقعات الناطقی: قال محمد رحمه الله: قول الرجل: لا اصلی یحتمل اربعة اوجه:

احدها: لا اصلی لانی صلیت

و الثانی: لا اصلی بامرک فقد امرنی بها من هو خیر منک

و الثالث: لا اصلی فسقا و مجانة فهذه الثلاث لیس بکفر

..... و الرابع: لا اصلی اذ لیست تجب علی الصلاة او لم اؤمر بها، جحدوا بها و فی هذا الوجه یکفرو قال

الناطقی: اذا اطلق فقال لا اصلی لا یکفر لاحتمال هذه الوجوه (۱۶)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو اس میں چار احتمالات ہیں:

ا۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں۔

ب۔ میں تمہارے حکم سے نماز نہیں پڑھوں گا۔ مجھے اس ذات نے نماز کا حکم دیا ہے جو تم سے بہتر ہے۔

ج۔ میں فسق کی وجہ سے یا رکاوٹ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھوں گا۔

ان تینوں صورتوں میں وہ کافر نہیں ہوگا۔

د۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ نماز فرض نہیں ہے یا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ناطقی

فرماتے ہیں کہ اگر اس نے مطلقاً اصلی کہا وہ ان وجوہ احتمالات کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔

..... و قال القاضی بدر الدین رحمه الله: اذا قال: بسم الله عند الزنا لا یکفر لانه یحتمل ان یتبرک باسم

الله لیمتنع (۱۷)

”قاضی بدر الدین فرماتے ہیں:

”اگر کسی نے زنا کے وقت بسم اللہ پڑھی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے

اصول تکفیر

کہ وہ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس عمل سے رک جائے۔“

.....و عن ابراهيم بن رستم رضی اللہ عنہ انہ قال: ان استحل متأولا ان النهی لیس للتحريم لا یکفر و لو

استحل مع اعتقاده ان النهی مفید للحرمة یکفر (۱۸)

”ابراہیم بن رستم سے مروی ہے کہ اگر کسی نے حالت حیض میں جماع کو تاویل کرتے ہوئے حلال جانا کہ اس میں نہی تحریم کے لئے نہیں ہے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے اس اعتقاد کے ساتھ اس کو حلال جانا کہ یہاں نہی حرمت کا فائدہ دیتی ہے وہ کافر ہو جائے گا۔“

.....رجل قال: قصعة ثريد خير من العلم یکفر، بخلاف ما اذا قال: خير من الله حيث لا یکفر لأن فی قوله خير من الله تاویل صحيح بان يقول: اردت به انها نعمة من الله و ما أردت الاستخفاف بالله اما فی قوله خير من العلم لیس له تاویل سوى الاستخفاف بالعلم فيکفر (۱۹)

”ایک شخص نے کہا کہ ٹرید کا ایک پیالہ علم سے زیادہ بہتر ہے۔ وہ کافر ہو جائے گا۔ برخلاف اس کے کہ کوئی کہے کہ ٹرید کا ایک پیالہ ”خیر من اللہ“ اس سے وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے خیر من اللہ کہنے میں صحیح تاویل ہے۔ وہ یہ کہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے۔ اس کا اللہ کی توہین کا ارادہ نہیں ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ خیر من العلم کہے اس کی تاویل نہیں سوائے اس کے کہ یہ علم کا استخفاف ہے پس وہ کافر ہو جائے گا۔“

.....فقد حکى عن بعض اصحابنا ان رجلا لو قيل له: ا لست بمسلم؟ فقال: لا! لا یکفر لأن معناه عند الناس ان افعاله لیس افعال المسلمين (۲۰)

”بعض اصحاب سے مروی ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ وہ کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے افعال لوگوں کے نزدیک مسلمانوں والے نہیں ہیں۔“

ان تمام مسائل سے یہ واضح ہو گیا کہ مفتی کو چاہئے کہ مسئلہ اکفار میں حتی المقدور تاویل کی کوشش کرے اور اگر اس کی صحیح تاویل ممکن ہو تو اس کو ضرور قبول کرے۔ تاہم ہر وہ تاویل جو اجماع امت کے خلاف ہو اسے کسی طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہاں ایک بات یاد رہے کہ اگر قائل کی نیت وہی بات ہو جو کفر کو واجب کرتی ہے تو مفتی کی تاویل سے اس قائل کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اسے چاہئے کہ وہ خود تجدید ایمان کر لے۔ اسی طرح اگر کسی مومن کو کوئی شخص کافر کہے اور وہ اپنے ایمان پر مطمئن ہے تو اس کا کافر کہنا اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

vi۔ اگر کسی مسئلہ میں کئی ایک وجوہ ایسی پائی جاتی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر کو مانع ہو مفتی کو چاہئے کہ وہ مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو مانع ہو۔

حضرت علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

يجب أن يعلم انه اذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير و وجوه واحد يمنع

اصول تکفیر

التكفير فعلى المفتى أن يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم، ثم ان كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير فهو مسلم و ان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتى و يؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلك و تجديد النكاح بينه و بين امرأته (۲۱)

”یہ واجب ہے کہ جانا جائے اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ ایسی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر سے منع کرتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو کفر کو منع کرتی ہے۔ پھر اگر کہنے والے کی نیت وہی صورت ہے جو کفر کو روکتی ہے تو وہ کافر نہ ہوگا۔ وہ مسلم ہے۔ اور اگر اس کی نیت وہ صورت ہے جو کفر کو واجب کرتی ہے تو مفتی کا فتویٰ اسے نفع نہ دے گا اسے توبہ کرنے اور اس سے رجوع کرنے اور اپنی بیوی سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔“

حضرت علامہ حسکفی فرماتے ہیں:

لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف ولو رواية ضعيفة (۲۲)

”کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا جب تک اس کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اور اگرچہ وہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔“

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الخیر الرملى: اقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا و يدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (۲۳)

”خیر رملى نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ ضعیف روایت کسی دوسرے اہل مذہب ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جو چیز کفر کو واجب کرتی ہے اس پر سب کا اتفاق ہونا ضروری ہے۔“

یعنی اگر سوا قوال کسی کے کفر پر ہوں اور ایک روایت اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہو تو اس کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ علماء نے اس میں اس قدر توسع کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ وہ روایت جو اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اسے قبول کیا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ قول یا روایت ہمارے مذہب کے علماء کی طرف منسوب ہو اگر وہ کسی دوسرے مذہب کے امام کا اختلافی قول بھی ہو تو اس کا مسئلہ کفار میں اعتبار کیا جائے گا اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجب کفر وہ بات ہوتی ہے جس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو اگر کسی ایک مجتہد نے بھی اختلاف کیا تو اس کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

vii۔ مفتی تہدید اور تخویف کے لئے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ مجتہدین کا کسی کی تکفیر کرنا حقیقت پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا ان کے کلام کو

اصول تکفیر

تہدید پر محمول کرنا درست نہیں۔ حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و فی البیزازیة و یحسب عن بعض من لا سلف له انه كان يقول ما ذكر في الفتاوى انه يكفر بكذا، و كذا فذاک للتخويف و التهويل لا لحقیقة الکفر و هذا كلام باطل الى اخره و الحق ان ما صح عن المجتهد فهو على حقیقته و اما ما ثبت عن غیره فلا یفتی به فی مثل التكفير و لذا قال فی فتح القدير من باب البغاة ان الذى صح عن المجتهدین فی الخوارج عدم تكفيرهم و يقع فی كلام أهل المذهب تكفير كثير لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غیرهم و لا عبرة بغير الفقهاء (۲۴)

”بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ وہ فلاں عمل سے کافر ہو گیا اور ان کا اس کو کافر کہنا ڈرانے اور ہول پیدا کرنے کے لئے ہے حقیقی کفر مراد نہیں۔ یہ کلام باطل ہے اپنے آخر تک، حق یہ ہے کہ جو کچھ مجتہدین سے ثابت ہے وہ اپنی حقیقت پر ہے۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے جو مجتہدین کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہیں ان کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔ اسی لئے امام ابن ہمام نے فتح القدير میں باب البغاة میں فرمایا کہ مجتہدین سے خوارج کی عدم تکفیر ثابت ہے۔ اہل مذہب کے کلام میں بہت زیادہ تکفیر واقع ہوئی ہے۔ لیکن وہ ان فقہاء کا کلام نہیں ہے جو مجتہدین ہیں لہذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔“

viii۔ اجتہادیات اور فنی مسائل کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یکفر منکر الاجتہادیات بالاجماع (۲۵)

”اجتہادی مسائل کے منکر کی بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی۔“

ix۔ مفتیان کرام کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکفیر کے بجائے ان کی تکثیر پر زور صرف کریں۔ امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

و ینبغی للعالم ان یبادر بتکثیر اهل الاسلام مع انه یقضى باسلام المکره تحت ظلال

السیوف (۲۶)

”عالم کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکثیر پر زور دے جب کہ وہ تلوار کے سائے کے نیچے مکرہ کے اسلام کو قبول کر لیتا ہے۔“

علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

و فی الملتقط: و ینبغی للعالم اذا رفع الیه ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام مع انه

یقضى باسلام المکره تحت ظلال السیوف (۲۷)

”عالم کو چاہئے کہ جب اس کے پاس کوئی مسئلہ لایا جائے تو وہ اہل اسلام کی تکثیر پر زور نہ دے حالانکہ وہ

اصول تکفیر

مکرہ کا اسلام تلوار کے سائے کے نیچے قبول کر لیتا ہے۔“

یعنی فتویٰ نویسی کے وقت مفتی پر تکفیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام کے جذبات غالب رہنے چاہئیں۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کار عظیم انجام دینے کے لئے خیر الامم کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مفتی کو چاہئے کہ وہ قلم و زبان کا زور لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے صرف کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی سے ارشاد فرمایا:

لان يهدى الله بك رجلا واحدا خیر لك ان يكون لك حمر النعم (۲۸)

”تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک آدمی کو ہدایت عطا فرما دے یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔“

لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں کسی مسلمان کو اسلام سے خارج قرار دینے کو اپنی فتح اور قابل فخر بات سمجھا جاتا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی اپنے اسلام کا اظہار کیوں نہ کر لے جب کسی کو اسلام کے دائرہ سے باہر کرنے کا ارادہ کر لیا جائے تو قلب و ذہن کی تمام تر قوتیں اس میں وجہ کفر تلاش کرنے میں صرف کردی جاتی ہیں اور علمائے امت کی سیرت کے برعکس اگر اس میں نناوے وجوہ ایمان کی اور ایک وجہ ضعیف بھی کفر کی پائی جائے تو اس ضعیف وجہ کفر کو ترجیح دی جاتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

”سب سے زیادہ غلو اور اسراف کرنے والا متکلمین کا گروہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ان کی طرح کلام کی معرفت نہیں رکھتا اور ان دلائل سے عقائد شرعیہ کو نہیں جانتا جو ہم نے تحریر کئے ہیں وہ کافر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی رحمت کو اس کے بندوں پر تنگ کر دیا ہے۔“ (۲۹)

آگے آپ فرماتے ہیں:

”ہو سکتا ہے کہ تم یہ اعتراض کرو کہ متکلمین نے یہ کام نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں بہتر فرقتے ہوں گے ان میں صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ سب کافر ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے بلکہ وہ آگ میں داخل ہوں گے اور انہیں آگ پر پیش کیا جائے گا۔ وہ اپنے گناہوں کے بقدر جہنم میں رہیں گے۔“ (۳۰)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لا تقولوا لمن القى اليكم السلام لست مومنا (۳۱)

”اور جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔“

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کے بارے میں نازل ہوئی

ہے۔ کتب حدیث میں یہ واقعہ اس طرح سے درج ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں:

اصول تکفیر

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرقات کی طرف ایک سریہ مبعوث فرمایا۔ جب وہ ہماری طرف سے چوکنے ہو گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ایک آدمی گھیر لیا۔ جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ مگر ہم نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من لک بلا الہ الا اللہ یوم القیامۃ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ انما قالہا مخافۃ السلاح، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس نے کلمہ صرف اسلحہ کے خوف سے ہی پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم من اجل ذلک قالہا ام لا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے اسلحہ کے خوف سے پڑھا تھا یا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ یہاں تک کہ میں نے یہ پسند کیا کہ کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا۔“ (۳۲)

اسی طرح کی ایک اور حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ:

”ایک شخص نے میدان جہاد میں جب ایک کافر پر غلبہ پالیا تو اس کا فریاد کیا: لا الہ الا اللہ انسی مسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں مسلمان ہوں۔ مگر اس شخص نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ وہ شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فہلا شققت عن بطنہ فعلمت ما فی قلبہ تو نے اس کا پیٹ چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تو جان لیتا اس کے دل میں کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو شققت قلبہ لکننت اعلم ما فی قلبہ، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس کے دل کو چیر لیتا تو ضرور جان لیتا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ قال فلا انت قبلت ما تکلم بہ ولا انت تعلم ما فی قلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تو تم نے اس بات کو قبول کیا جو اس نے کہی تھی اور نہ تم نے اس بات کو جانا جو اس کے دل میں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص انتقال کر گیا۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ صبح ہم نے دیکھا کہ وہ زمین کی پشت پر پڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا شاید اس کے دشمنوں میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ ہم نے پھر اس کو دفن دیا اور کچھ لڑکوں کو مقرر کر دیا کہ اس کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہوئی تو وہ پھر زمین سے باہر پڑا تھا۔ ہم یہ سمجھے کہ شاید لڑکوں کو اوجھ آ گئی ہو۔ ہم نے پھر اسے دفن دیا اور خود اس کی حفاظت کی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ شخص پھر باہر پڑا ہوا ہے۔ ہم نے پھر اسے ایک گھاٹی میں ڈال دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الارض لتقبل من

اصول تکفیر

هو اشرو منه و لكن الله احب ان يريكم تعظيم حرمه لا اله الا الله بے شک زمین اس سے بھی زیادہ شریر ترین لوگوں کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ تمہیں کلمہ طیبہ کی حرمت کی تعظیم دکھائے۔“ (۳۳)

کئی افراد مشغلہ تکفیر میں بہت جری نظر آتے ہیں۔ ایک بات یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب وہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمان ایک ارب سے زیادہ ہیں اور جب مسلمانوں کے مختلف گروہوں کا ذکر کیا جائے تو ہر گروہ کو فتویٰ تکفیر کی لالچی سے اسلام سے باہر کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے اصولوں کو مان لیا جائے تو شاید ادیان کے ماننے والوں میں مسلمان دنیا میں سب سے کم تعداد میں رہ جائیں۔ ایسے افراد کو مذکورہ بالا احادیث سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ جب خیر القرون کے لوگوں کو اتنی سخت تنبیہ بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ہو سکتی ہے تو اس دور کے لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں ثم یفشو الکذب کہا گیا ہے۔

x- مفتی کو چاہئے کہ فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے اور مکمل تحقیق کے بعد ہی فتویٰ جاری کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجراکم علی الفتیا اجراکم علی النار (۳۴)

”تم میں سے فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری آگ میں جانے میں بھی سب سے زیادہ جری ہے۔“
حضرت امام شعیبیؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا تھا تو آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:
”کان اذا سئل الرجل قال لصاحبه أفثم فلا يزال حتى يرجع الی الاول۔ جب ہم میں کسی سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اسی طرح سے ہر شخص دوسرے کی طرف سائل کو متوجہ کرتا یہاں تک کہ وہ پھر پہلے والے کے پاس لوٹ آتا۔“ (۳۵)
امام ابوداؤدؒ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أفتی الناس بغير علم کان اثمہ علی من افناه (۳۶)

”جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد و لكن يقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ

اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رء و ساجھالا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا (۳۷)

”بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اپنے بندوں سے علم کو نہیں اٹھائے گا مگر علم کو علما کے اٹھائے جانے کے ذریعہ اٹھا لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ وہ انہیں فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور انہیں بھی گمراہ کریں گے۔“

اصول تکفیر

حضرت سیدنا علیؑ فرماتے ہیں:

من افقی بغیر علم لعنتہ السماء و الارض (۳۸)

”جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان اور زمین لعنت کرتے ہیں۔“

ان تمام وعیدوں اور اسلاف کے معمول کے پیش نظر مفتی کو فتویٰ جاری میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے جو اس منصب کے اہل ہی نہیں انہیں ان وعیدوں سے ڈرتے ہوئے سختی کے ساتھ فتویٰ جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

Xi- مفتی کو چاہئے کہ ہر قسم کے تعصب سے بچتے ہوئے اور مومنانہ انداز اختیار کرتے ہوئے احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے فتویٰ جاری کرے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ فتویٰ کی بنیاد ذاتی بغض و عناد، تعصب یا دنیاوی مقاصد ہوں۔

حکایت ہے کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ اگر قے ہو جائے اور حلق تک آجائے تو وضو باقی رہتا ہے یا اس میں فساد آجایا ہے؟ آپ نے جواب فرمایا کہ وضو فاسد ہو جاتا ہے۔ خواب میں آپ کو حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے علی! یہاں تک کہ منہ بھرتے آئے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: علمت ان الفتویٰ تعرض علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فالیت علی نفسی ان لا افنی ابدا مجھے معلوم ہوا کہ فتویٰ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں میں نے قسم اٹھائی کہ آئندہ کبھی فتویٰ نہیں دوں گا۔ (۳۹)

اس حکایت سے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مفتی فتویٰ تکفیر سے قبل اس بات کو ذہن نشین رکھے کہ میرا تحریر کردہ فتویٰ بارگاہ خداوندی اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیش کیا جائے گا۔ متوقع ہے کہ اس بات کو سوچنے کے بعد اس کا فتویٰ لکھنا ہر قسم کے تعصب و بغض سے پاک ہو جائے۔ اس نکتہ کے حوالہ سے امام غزالی کی کتاب فیصل التفرقة قابل مطالعہ ہے۔

مسلمان کو کافر قرار دینے کی حرمت:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد ایمان پر رکھی ہے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنے کی ہدایت عطا فرمائی ہے وہاں ان باتوں سے بھی منع فرمایا جو اخوت اور بھائی چارے کی فضا کو مکدر کر دیتی ہیں۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گالی دینا، اس کی غیبت کرنا، چغلی کرنا وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن و سنت میں تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ایک مومن کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہے جتنا آگ میں زندہ ڈال دیا جانا۔ اسی طرح اپنے ایمان کی اہمیت کو جاننے ہوئے وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ اسے کوئی ”کافر“ کہے یا زمرہ اہل اسلام سے خارج ہونے کا لیلل اس پر چسپاں کرے۔ دور حاضر میں یہ بات بہت عام نظر آنے لگی ہے کہ خواص و عوام ایک دوسرے کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں اور اس عمل سے قبل اپنی طرف نظر بھی نہیں کرتے کہ وہ اس کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کبھی بات کو اس قدر مستند اور ناقابل تردید سمجھتے ہیں کہ جو ان کے کہنے کو کافر نہ کہے وہ اسے بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

اصول تکفیر

نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

إذا كفر الرجل اخاه فقد باء بها أحدهما

”جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما امری قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال و الا رجعت علیہ

”جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ

شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فہما ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔“

اس حدیث سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ کسی کافر اگر واقعی ثابت ہو چکا ہو تو اسے کافر کہنا جائز ہے ورنہ اس کا وبال کہنا

والے پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و من دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله و ليس كذلك الا عاد علیه (۴۰)

”اور جس نے کسی شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔“

حضرت امام بخاریؒ نے یہاں ”بغیر تاویل“ کی شرط لگائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تکفیر میں متاویل ہو تو

وہ معذور کہلائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو منافق کہنے کو

عذر فرمایا اور انہیں تنبیہ بھی فرمائی کیونکہ آپؐ نے یہ گمان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے جنگی احوال کی خبر کفار کو دینا نفاق ہے۔ اسی طرح

جب حضرت معاذؓ نے نماز میں سورۃ البقرہ کی تلاوت فرمائی تو ایک صحابی نماز سے الگ ہو گئے اور انہوں نے اپنی نماز الگ ادا کر

لی۔ جب حضرت معاذؓ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ منافق ہے۔ وہ صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا عذر پیش کیا۔

آپ ﷺ کو جب حضرت معاذؓ کے اس قول کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ”افسان انت“ اے معاذ کیا تم فتنہ میں

ڈالنے والے ہو؟ پھر انہیں مختصر سورتیں تلاوت کرنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو کافر نہیں فرمایا کیونکہ حضرت

معاذؓ نے اس شخص کو جماعت ترک کرنے کی وجہ سے منافق گمان کیا تھا۔ (۴۱)

حضرت امام طحاویؒ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

فتأملنا فی هذا الحدیث طلبا منا للمراد به ما هو؟ فوجدنا من قال لصاحبه: یا کافر معناه

انه کافر لأن الذی هو علیہ الکفر فاذا کان الذی علیہ لیس بکفر، و کان ایمانا کان

جاعله کافرا جاعل الايمان کفرا، و کان بذلك کافرا بالله تعالیٰ لأن من کفر بإيمان

الله تعالیٰ فقد کفر بالله: و من یکفر بالإيمان فقد حبط عمله، و هو بالآخرة من

الخاسرين، فهذا أحسن ما وفقنا علیه من تأویل هذا الحدیث و الله نسأله التوفیق (۴۲)

اصول تکفیر

”خلاصہ: ہم نے اس حدیث کی مراد جاننے کے لئے اس میں غور کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنے بھائی سے کہا اے کافر اس کا مطلب ہے کہ وہ کافر ہے کیونکہ یہ وہ ہے جس پر کفر ہے، پس اگر وہ کافر نہ ہو اور ایمان والا ہو تو اسے کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایمان کو کفر کہا ہے۔ اس وجہ سے وہ درحقیقت اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے ایمان کو کفر کہا اس نے اللہ کا انکار کیا۔ جس نے ایمان کا انکار کیا اس کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں خسار پانے والوں میں ہوگا۔ یہ اس حدیث کی سب سے بہترین تاویل ہے جس کی ہمیں توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں۔“

حضرت امام طحاویؒ کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ کہ جس شخص کو اس نے کافر کہا وہ واقعی میں کافر ہو اور دوسری صورت یہ کہ وہ کافر نہ ہو۔ جب اس میں وجہ کفر نہ پائی گئی تو مسلمان کا اس کو کافر کہنا اس کو خود کافر بنا دیتا ہے کیونکہ وہ اب اس کے ایمان کو کفر سے تعبیر کر رہا ہے جو کفر ہے۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ”کافر“ کہے تو محض اس عمل سے اسلام سے دونوں میں سے کوئی بھی خارج نہیں ہوگا۔ کافر ہونے کی صورت کو ہم امام طحاویؒ کے قول کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک وعید ہے تاکہ اہل اسلام ایک دوسرے کو کافر بنانے سے احتراز کریں۔ دوسری بات یہ کہ یہ حدیث مبارکہ خبر واحد ہے جس کی وجہ سے اس کو تکفیر کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ اس حدیث کے بارے میں شرح مواقف میں ہے:

الثالث قوله عليه السلام: من قال لأخيه المسلم يا كافر فقد باء به (أي بالكفر) أحدهما قلنا (آحاد) وقد اجمعت الأمة على أن إنكار الإحاد ليس كفرا (و) مع ذلك نقول (المراد مع اعتقاد أنه مسلم فإن من ظن بمسلم أنه يهودي أو نصراني فقال له يا كافر لم يكن ذلك كفرا بالأجماع) (۴۳)

”خلاصہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خبر واحد کا انکار کفر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ بات اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ یہ مسلمان ہے۔ پس جس کسی نے مسلمان کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ یہودی ہے یا نصرانی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔“

اس بارے میں حضرت امام نوویؒ کے حوالہ سے امام خانی لکھتے ہیں:

قال النووي في الأذكار: قول المسلم لأخيه يا كافر يحرم تحريما غليظا و يمكن حمل قوله و يمكن حمل قوله (يحرم تحريما غليظا) على الكفر أيضا كما في الروضة لكنه قال في شرح مسلم ما حاصله: مذهب أهل الحق أنه لا يكفر المسلم بالمعاصي

اصول تکفیر

كالتقتل و الزنا و كذا قوله لأخيه يا كافر من غير اعتقاد بطلان دين الاسلام ذكر ذلك عند شرح حديث: اذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها احدهما. والحاصل ان المفهوم من جملة اقوال النووي انه لا يكفر بمجرد هذا اللفظ بل لا بد معه من ان يعتقد ان ما اتصف به شخص من الاسلام كفر (۴۴)

”امام نووی نے اذکار میں فرمایا ہے کہ مسلمان کا اپنے بھائی کو اے کافر کہنا بہت شدید حرام ہے آپ کے قول کو کفر پر محمول کرنا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ روضہ میں ہے لیکن آپ نے شرح صحیح مسلم میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا جیسے قتل کرنا، زنا کرنا یا جیسے اپنے بھائی کو اے کافر کہنا، اس کے دین اسلام کے باطل نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے۔ آپ نے اس کا ذکر درج ذیل حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فیہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔ حضرت امام نووی کے تمام اقوال کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص محض اس لفظ سے کافر نہیں ہوگا بلکہ اس کے کافر ہونے کے لیے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ یہ شخص جو اسلام کے ساتھ متصف ہے اس کا اسلام کفر ہے۔“

مسلمان کو کافر کہنے کی شاعت

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (الحجرات: ۱۱)

”ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھا کرو۔“

اس کی وضاحت میں امام محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

و عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ هو ان يقال اليهودی أو النصرانی أو المجوسی

اذا اسلم یا یہودی أو یا نصرانی أو یا مجوسی (۴۵)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس سے مراد کسی شخص کو جو اسلام قبول کر چکا ہو یہودی، نصرانی یا مجوسی کہنا ہے۔ یا اسے اے یہودی، اے نصرانی یا اے مجوسی کہنا ہے۔“

اس آیت کے بارے میں امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

قال قتادة في قوله تعالى 'ولا تنابزوا بالألقاب قال: لا نقل لأخيك المسلم یا فاسق یا

منافق. حدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا الحسن قال: أخبرنا عبد الرزاق عن معمر

عن الحسن قال: كان اليهودی و النصرانی یسلم فیقال له یا یہودی یا نصرانی فنهوا

اصول تکفیر

عن ذلک (۴۶)

”حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ لا تنابزوا بالالقباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو اے فاسق یا اے منافق نہ کہے۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ جب کوئی یہودی یا نصرانی اسلام قبول کرتا تو اسے اے یہودی یا اے نصرانی کہا جاتا تھا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اس عمل سے روکا گیا ہے۔“

علمائے عظام کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا از روئے قرآن ناجائز ہے۔ اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من رمى مؤمنا بكفر فهو كقتله (۴۷)

”جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

و من قذف مؤمنا بكفر فهو كقتله (۴۸)

”جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو وہ اسے قتل کرنے والے کی طرح ہے۔“

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا قال الرجل للرجل يا يهودي فاضربوه عشرين (۴۹)

”جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہے اے یہودی تو اسے بیس کوڑے مارو۔“

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلاث من اصل الايمان الكف عن من قال لا اله الا الله ولا تكفره بذنوب ولا نخبره

من الاسلام بعمل (۵۰)

”تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔ جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا، کسی گناہ کی وجہ سے اس

کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں۔“

حضرت عالم دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أو قال لمسلم: يا فاسق یا خبیث یا کافر (۵۱)

”اگر کوئی کسی مسلمان سے اے فاسق یا اے خبیث یا اے کافر کہے تو اس پر تعزیر ہے۔“

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

قال بعضهم من قال لا کافر لا یجب التعزیر ما لم یقل: یا کافر باللہ لان اللہ

اصول تکفیر

سمى المؤمن كافرا بالطاغوت قال: فمن يكفر بالطاغوت (البقرة ۲: ۲۵۶) يكون

محتملا (۵۲)

”بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس نے کسی دوسرے سے کہا اے کافر اس پر تعزیر واجب نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اسے اللہ کا انکار کرنے والے نہ کہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو طاغوت کا انکار کرنے والا بھی کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”سو جو کوئی ان معبودان باطل کا انکار کرے۔“ پس یہ بات اپنے اندر احتمال رکھتی ہے۔“

اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان کو کافر کہنا یا خارج از اسلام قرار دینا گناہ ہے۔ اگر کسی مسلمان کو کسی شخص نے کافر کہا اور وہ قاضی کے پاس اپنا مسئلہ لے کر چلا جائے تو اسے اس کے کفر کو ثابت کرنا ہوگا۔ اگر وہ شخص اس کو کافر ثابت نہ کر سکے تو اس صورت میں اسے تعزیر اسزادی جائے گی کیونکہ ایک مسلمان کے لئے کافر کہلایا جانا ہر قسم کے سب و شتم سے بڑھ کر ہے۔ مولانا عالم دہلوی رحمہ اللہ نے اس میں یہ احتمال یہ بھی بیان کیا ہے کہ کیونکہ کافر بعض اوقات مسلمانوں کے لئے بھی لغوی اعتبار سے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے جب کسی مسلمان کو کافر کہا جائے تو اسے تعزیر اسزادینے سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کہنے والے نے کافر کا لفظ کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اگر وہ لغوی اعتبار سے استعمال کیا ہے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ مسلمان کی تکفیر اور کافر کو مسلمان قرار دینے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

کافر کو کافر کہنا

بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا تنگ کر لیتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات کے علاوہ کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ اسی طرح سے بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ یہود و نصاریٰ کو بھی مسلمان اور بعد از انتقال مستحق جنت سمجھتے ہیں۔ ان غیر معتدل رویوں سے بچنا چاہئے۔ اسلام کا دائرہ وسیع کرنے یا اسے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب کسی کو دین میں کمی یا زیادتی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کافر کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ ہماری رائے میں کسی شخص کے کافر ہونے کا ثبوت قطعی یا ظنی طور پر ہوگا۔ جیسے ابو لہب، شداد، ہامان وغیرہ کافر ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ لہذا ان کو کافر کہنا درست ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (الکافرون: ۱)

”آپ فرمادیجئے اے کافرو!“

اس آیت مقدسہ سے ان لوگوں کو کافر کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی براہ راست تکذیب کی۔ اسی طرح بعض لوگوں کا کافر ہونا ان کے کفر یہ عقائد یا کفر یہ اعمال سے اس قدر ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کے کفر میں کسی بھی قسم کا تامل یا شک باقی نہیں رہتا۔ جیسے مسلمانہ کذاب یا منکرین زکوٰۃ کا کافر ہونا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے کفر پر

اصول تکفیر

اجماع ہوا اسی لئے ان پاکیزہ نفوس نے اپنے زمانہ میں ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث میں صاف ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو کفر من کفر من العرب عرب میں سے جن کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شروع میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی رائے سے اختلاف کیا لیکن بعد میں آپ کی وضاحت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ مبارک بھی کھل گیا اور آپ نے جان لیا کہ جس طرح نماز کا انکار کفر ہے اسی طرح زکوٰۃ کا انکار بھی کفر ہے۔

جہاں تک کسی کے کفر کا ظنی طور پر معلوم ہوتا ہے تو اس کو بھی کافر کہا جاسکتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت ترک کرنے پر ایک صحابی کو منافق کہا۔ تاہم اپنی اس رائے کا کسی دوسرے کو مکلف نہیں بنایا جاسکتا۔ یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے جو مثالیں ہم نے پیش کی ہیں وہ خیر القرون کی ہیں۔ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ وہ دور ہے جس کے بارے میں ثم یفشو الکذب فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے فقہاء کرام نے اس کے سد باب کے لئے ایسے شخص کو تفریاسزا دینے کا مسئلہ بیان کیا ہے جو کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس کا کفر ثابت نہ ہو۔ لہذا ہمیں بالخصوص مسئلہ کفار میں کمال احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال: تخرج الدابة معها خاتم سليمان و عصا موسى فتجלו وجه المؤمن و تختم انف الكافر بالخاتم حتى ان اهل الخوان ليجتمعون فيقول هذا يا مؤمن و يقول هذا يا كافر (۵۳)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دابہ نکلے گا تو اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔ وہ مؤمن کے چہرے کو روشن کر دے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگا دے گا یہاں تک کہ جب دسترخوان پر لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہیں گے اے مؤمن! اور یہ کہیں گے اے کافر!“

دابۃ الارض ایک جانور ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہوگا۔ احادیث میں اس کو قیامت کی علامات میں سے بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب وہ جانور ہر مؤمن و کافر کے چہرے پر ایمان و کفر کی علامت چھوڑ دے گا تو اہل ایمان کفار کو یا کافر کہہ کر پکاریں گے۔ دابۃ الارض کی اس علامت لگانے کے بعد اہل ایمان کا کسی کو کافر جاننا اس علامت کی وجہ سے قطعی نہیں ہوگا نیز دابۃ الارض کا عمل دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل ایمان کا اس علامت کی وجہ سے کسی کو کافر کہنا ظنی ہوگا نہ کہ قطعی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بات کو بلا تردید بیان فرمایا ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ مفتی کو فتویٰ بالخصوص فتویٰ تکفیر جاری کرنے میں جن باتوں کا لحاظ کرنا چاہئے ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا بیان کر دیا

اصول تکفیر

ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ فتویٰ تکفیر جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے لیکن اگر کہیں احقاق حق یا ابطال باطل کی ضرورت ہو تو ان باتوں کا فتویٰ تکفیر تحریر کرتے وقت خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ رب العزت اس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور امت میں باہمی محبت و بھائی چارہ کا ذریعہ بنائے۔ امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ اصول الدین، امام ابو منصور عبد القادر بن طاہر تہمی بغدادی، دار صادر بیروت، مطبعة الدولة استنبول، ۱۹۲۸ء، ص ۳۳۲
- ۲۔ الملل والنحل، امام محمد بن عبد الکرم شہرستانی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱۲ تا ۱۱۶
- ۳۔ رد المحتار، محمد امین ابن عابدین، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۱، ص ۱۲۶
- ۴۔ فتاویٰ النوازل، امام ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۸۶
- ۵۔ الاقتصاد فی الاعتقاد، امام محمد بن محمد غزالی، دار المنہاج مملکت العربیہ السعودیہ جدہ، ۲۰۰۸ء، ص ۳۰۲
- ۶۔ الدر المختار، علامہ حصکفی، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۶، ص ۳۵۸
- ۷۔ تنبیہ الولاة والحکام، سید محمد امین آفندی ابن عابدین شامی، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۳۲۹
- ۸۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ، عالم بن علاء دہلوی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ج ۵، ص ۳۱۲
- ۹۔ البحر الرائق، الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم، دار احیاء التراث العربیہ بیروت، ج ۵، ص ۲۰۱
- ۱۰۔ فیصل التفریقہ، محمد بن محمد بن محمد غزالی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعة الرابعة ۲۰۰۶ء، ص ۹۱
- ۱۱۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ، ج ۵، ص ۳۲۱ ۱۲۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۲۵
- ۱۳۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۲۵-۳۲۶ ۱۴۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۳۵
- ۱۵۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۳۵ ۱۶۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۳۵-۳۳۶
- ۱۷۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۳۹ ۱۸۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۴۳
- ۱۹۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۴۶ ۲۰۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۴۸-۳۴۷
- ۲۱۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۱۲ ۲۲۔ الدر المختار، ج ۶، ص ۳۶۷
- ۲۳۔ رد المحتار، ج ۶، ص ۳۶۷ ۲۴۔ البحر الرائق، ج ۵، ص ۱۹۴
- ۲۵۔ عمدة القاری، علامہ بدر الدین محمد بن محمود بن احمد عینی، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، ۱۳۴۸ھ، ج ۱، ص ۱۷۳
- ۲۶۔ فتاویٰ النوازل، ص ۲۸۸ ۲۷۔ الفتاویٰ التاتاریخانیہ، ج ۵، ص ۳۱۳
- ۲۸۔ مسلم، فضائل الصحابة، من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الامام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، نور محمد صیح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۹۔ فیصل التفریقہ، ص ۹۳ ۳۰۔ فیصل التفریقہ، خلاصہ، ص ۹۵
- ۳۱۔ التلخیص، ص ۹۴ ۳۲۔ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، ۲۶۴۳
- ۳۳۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، الکف عمن قال لا الہ الا اللہ، الامام محمد بن عبد اللہ بن یزید ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی
- ۳۴۔ سنن الدارمی، باب الفقیہ و ما فیہ من الشدة، امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، المکتبۃ الشاملۃ

اصول تکفیر

- ۳۵۔ سنن الدارمی، مقدمہ، باب ۲۸، امام عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی، المکتبۃ الشاملۃ
- ۳۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیاء، الامام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، مکتبۃ رحمانیہ لاہور
- ۳۷۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یلقب العلم، الامام ابو عبداللہ اسماعیل بن ابراہیم البخاری، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۳۸۔ روح البیان، سورۃ البقرۃ: ۸۹، شیخ اسماعیل حقی بروسوی، مکتبۃ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ
- ۳۹۔ روح البیان، سورۃ البقرۃ: ۸۹، شیخ اسماعیل حقی بروسوی، مکتبۃ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ
- ۴۰۔ مسلم: کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لا ھیہ المسلم یا کافر
- ۴۱۔ خلاصہ عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۱۵۷-۱۵۸
- ۴۲۔ مشکل الاثار، باب بیان مشکل ما روى عنه علیه السلام فین قال لا ھیہ، یا کافر، امام جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج ۲، ص ۳۲۵
- ۴۳۔ شرح المواقف، سید شریف جرجانی، دار الفکر، قم ایران، ج ۸، ص ۳۴۴
- ۴۴۔ رسالۃ فی الفاظ الکفر، قاسم بن صلاح الدین خانی، دار ایلان الدولیہ للنشر والتوزیع کویت، ص ۴۰۱
- ۴۵۔ روح المعانی، سید محمود کوسی بغدادی، المکتبۃ الحقیقیۃ ملتان، ج ۱۳، ص ۲۳۲
- ۴۶۔ احکام القرآن، امام ابوبکر احمد بن علی رازی حصص، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج ۳، ص ۵۳۷
- ۴۷۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کفر اخاه بغير تاویل فهو کما قال
- ۴۸۔ جامع الترمذی، ج ۲، ص ۵۴۸
- ۴۹۔ جامع الترمذی، ج ۱، ص ۴۰۳
- ۵۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب الغزو مع ائمة الجور
- ۵۱۔ الفتاوی التاتاریخیۃ، ج ۵، ص ۱۰۰
- ۵۲۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۰۲
- ۵۳۔ جامع الترمذی، ج ۲، ص ۶۲۳-۶۲۴